OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:2, Issue: 1,Jan -June 2021
DOI:10.51665/al-duhaa.002.01.0017, PP: 01-16

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت اور دورِ حاضر میں عملی تطبیق

The Preaching of Sahaba and its Application to Contemporary Era

Published: 10-07-2021
Accepted: 26-05-2021
Received: 25-04-2021

Ahmad Abdullah
Lecturer (TVF), NUST Islamabad
Email: ahmedabdullahqureshi@gmail.com

Muhammad Umar Farooque
Arabic Teacher, ESED Mansehra
Email: farooqumar914@gmail.com

Ussama Ahmad
PhD Scholar, IIU Islamabad
Email: szusama99@gmail.com

Abstract

Almighty Allah had bestowed upon his Prophet (PBUH) the best companions who spread all over the world by sacrificing their comfort, home and wealth for the propagation of true faith and religion. The Companions, (may Allah be pleased with them), have been chosen by Allah Almighty for the companionship of His Prophet and been set an example for whole Ummah, because of them getting benefit directly from the light of Prophethood. The work of writing the biography of the Companions in the style of daʿwah is of great importance, and effective for practical application also. Obtaining guidance from their biographies can save the Ummah from going astray, and it has been emphasized to follow them. Now these events need to be repeated again and again for the nourishment of the heart and mind, the movement of emotions, the passion for life and wealth, and the virtues of migration and Nuṣrah, so that one may realize his lack of faith and be guided to make true deeds.

In this article, we shall try to understand the preaching of true faith, the method and character of the Companions and the Salaf-i-Ṣalihīn in the scenario of the present age. This article will discuss the components and importance of preaching, the attributes of the preacher in the light of the Qurān, Sunnah and biographies of the Companions. Then its practical application to the present age will be compared and conclusion will be drawn.

Keyword: *Preaching, Attributes of Preacher, Preaching of Sahaba, Dawah in Contemporary era*

CC BY

تمہید:

اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو بہترین صحابہ رضی اللہ عنہم عطا فرمائے تھے جو کہ صحیح عقیدے اور دین کی اشاعت کے لئے اپنے راحت وآرام، گھر بار اور مال وجان کو قربان کرکے پورے عالم میں پھیل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہم کی محنت اور قربانی نے رنگ دکھایا اور دین پوری دنیا میں پھیل گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم دین کی بنیاد، ایمان کا معیار، اللہ تعالی کے نبیؐ کی صحبت کے لیئے چنے ہوئے اور براہ راست مشکاۃ نبوت سے استفادہ کرنے والے ہیں۔ وہ واقعی نمونہ بنانے کے قابل ہیں۔ انکی رہنمائی امت کو گمراہی سے بچا سکتی ہے، اور انکی اقتدا کرنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ آپ کے اخلاص کی برکت تھی کہ کئی قومیں بھی دوسروں کیلئے ہدایت کا ذریعہ ثابت ہوئیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت کو دعوت کے طرز پر لکھنے کا کام بڑی اہمیت کا حامل ہے، اور عملی طور پر اپنانے کے لئے موثر بھی ہے۔ موجودہ دور میں ایمان کی محنت، عقیدے کی درستگی اور اصلاح کے لئے سختیاں برداشت کرنے، تکلیفیں اور مصیبتیں جھیلنے اور ایثار وہمدردی پیدا کرنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات پڑھنے اور سننے نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ دعوت اسلام ہندوستان سے نکل کر پورے عالم اور تمام ممالک تک پہنچ گئی ہے۔ اب ان واقعات کو دل ودماغ کی غذا، جذبات میں تحریک، جان ومال لگانے کا شوق، اور ہجرت ونصرت کے فضائل کے لئے بار بار دہرانے کی ضرورت ہے، تاکہ اپنے یقین کی کمی کا احساس ہو اور اعمال کو صحیح کرنے کے سلسلے میں راہنمائی ہوسکے۔ اسکے ساتھ ساتھ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ موجودہ دور کی دعوتی تحریکوں کا جائزہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت کی روشنی میں لیا جائے تاکہ کام صحیح نہج پر ہوسکے اور بدعات سے مکمل اجتناب ہو۔ افسوس کہ ابھی تک کوئی قابل قدر کام اس موضوع پر نہیں ہوسکا جیسا کہ اس کا حق تھا۔

موجودہ دور میں پوری دنیا کی مجموعی حالت تو درکنار خود اپنے آپ کو اسلامی مملکت کہلانے والی سلطنتیں دین اسلام کو اپنانے اور پھیلانے سے گریزاں ہیں، بلاشبہ یہ صورت حال درددل رکھنے والے مسلمانوں کے لیئے بہت تشویش ناک ہے، جبکہ دوسری طرف دین اسلام کا علم رکھنے والے اہل علم کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ دیکھیں کہ وہ کونسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے آج دین اسلام سے دوری اختیار کی جارہی ہے، اور پھر ان وجوہات کا جائزہ لیکر موجودہ دور میں پیدا ہونے والے اعتراضات اور اشکالات کا کافی وشافی جواب دیں اور یہ ثابت کریں کہ دین اسلام ایک آفاقی اور ابدی دین ہے جسکی افادیت کبھی کم نہیں ہوسکتی ، اور یہ تمام لوگوں کے لیئے دین رحمت ہے اور اسکو اپنانے میں دنیا وآخرت دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

درحقیقت دین اسلام ہی ایک آفاقی دین ہے، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دین اسلام ہی اللہ رب العزت کے ہاں ایک مقبول اور پسندیدہ دین ہے جس کا اعلان خود اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جگہ جگہ فرمایا چناچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾[1]

بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾[2]

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔

دین اسلام کو اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ میں اپنی سب سے زبردست، اعلی اور سب سے افضل نعمت بتلایا ہے:

﴿وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ﴾[3]

جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔

مذکورہ بالا نصوص سے یہ بات واضح اور ثابت ہو گئی کہ اللہ رب العزت نے دین اسلام ہی کو پسندیدہ اور مقبول دین بیان فرمایا اور اعلان کر دیا کہ اس کے سوا کوئی دوسرا دین مقبول نہیں۔اور اللہ رب العزت کی چاہت یہی ہے کہ ساری کی ساری انسانیت دین اسلام پر عمل پیرا ہو جائے اور اسکو قبول کرے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں کو عذاب نہیں دینا چاہتا، ارشاد باری ہے:

﴿مَا يَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمۡ اِنۡ شَكَرۡتُمۡ وَاٰمَنۡتُمۡ ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيۡمًا﴾[4]

اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور با ایمان رہو اللہ تعالیٰ بہت قدر کرنے والا اور پورا علم رکھنے والا ہے۔

واضح نصوص قرآنیہ موجود ہیں جو اس بات پر کہ دعوت دین امت محمدیہ کی ذمہ داری ہے دلالت کرتی ہیں کہ جن کا کسی صورت انکار نہیں کیا جا سکتا، ارشاد باری ہے:

﴿كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ‌ؕ﴾[5]

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مشہور مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں کو بتلادیں کہ آپ کا طریقہ اور آپ کی سنت یہ ہے کہ آپ لوگوں کو یقین و بصیرت، اتقان و برہان کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کی طرف بلائیں اور یہی طریقہ آپ پر ایمان لانے والے تمام مؤمنین کا ہونا چاہیئے کہ وہ بھی آپ کی پیروی کرتے ہوئے تمام بنی نوع انسان کو پورے یقین، کامل ایمان اور قوت برہان کے ساتھ دعوت الی اللہ دیں[6]۔

یہاں تک یہ تو واضح ہو چکا کہ دین اسلام اللہ کے ہاں پسندیدہ ترین دین ہے، اور تمام مسلمانوں کا فرض منصبی ہے کہ وہ دعوت دین دیں۔اب آیئے اس بات کہ جائزہ لیتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں دعوت دین کے ممکنہ عملی پہلو کون کون سے ہیں، اور کس شعبے میں کس طرح کام کرنا ممکن ہے۔

دعوت کا مفہوم، اجزاء اور اہمیت:

دعوت کا لفظ عربی لغت سے ماخوذ ہے جس کے معنی بلانے یا پکارنے کے ہیں۔دعوت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف بلایا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ‌ ؕ وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾[7]

"(اے پیغمبر) کہہ دو کہ: یہ میرا راستہ ہے، میں بھی پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں، اور جنہوں نے میری پیروی کی ہے وہ بھی، اور اللہ (ہر قسم کے شر سے) پاک ہے، اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں"۔

اور اللہ کی طرف بلانے کا مطلب دین اسلام کی طرف بلانا ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝﴾[8]

اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کرکے دعوت دو، اور (اگر بحث کی نوبت آئے تو) ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔ یقیناً تمہارا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں، اور ان سے بھی خوب واقف ہے جو راہ راست پر قائم ہیں۔

چنانچہ دعوت سے مراد لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف حکمت اور بصیرت سے بلانا ہے، چاہے وہ کسی بھی طریقہ سے ہو۔ یعنی قول سے ہو یا فعل سے یا کسی اور طریقے سے، سب کچھ دعوت میں شامل ہے۔ حقیقت میں دعوت سے مراد مسلمانوں کے باہمی اور مشترکہ اعمال و افعال ہیں جو دوسروں کے لئے دین کے قریب آنے اور ہدایت کا سبب بنتے ہیں۔ صحیح عقیدے کی طرف بلانا اور دعوت دینا صرف زبان پر موقوف نہیں ہے۔ اس کے لئے مسلمانوں کے افعال اور معاملات بھی بہت اہم ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ بہت سی قوموں کو دین اسلام کی طرف صحابہ رضی اللہ عنہم کے طرز معاشرت اور معاملات نے راغب کیا۔

جیسا کہ تعریف سے واضح ہے کہ دعوت کا موضوع صحیح عقیدہ اور دین اسلام ہے۔ یعنی اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو قرآن وسنت کے ذریعے جو علم عطا کیا تھا اسی کی دعوت دینی ہے اور اسی کی طرف بلانا ہے۔ بدعت سے اجتناب اور ہر طرح کی عصبیت سے دور رہنا ہے۔ اللہ کا قرآن نبی ﷺ کی سنت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ اس دعوت میں بنیاد ہیں اور اصل سرمایہ بھی۔ اس کے بعد سلف صالحین کا طریقہ بھی اس کام کا حصہ ہے مگر اس کا درجہ ثانوی حیثیت کا ہے[9]۔

دعوت کی عموماً چار قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ اس کو ہم دعوت کے منہج سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں:

1۔ **انفرادی دعوت**: یعنی ایک ایک فرد سے تفصیلی بات کرنا اور اگر اس کے کوئی اشکالات ہوں تو ان کو دور کرنا۔ قرآن نے اسکو مجادلة بالتی هی احسن کا نام دیا ہے۔ نبی ﷺ کی انفرادی دعوت اجتماعی دعوت سے زیادہ ہے۔ یعنی اگر آپ ﷺ کی سیرت کو دیکھا جائے تو لوگوں کو انفرادی طور پر ملنا اور انکے اشکالات کو دور کرکے انکو اسلام کے قریب کرنا مجموعی طور پر ان خطابات اور مواعظ سے زیادہ ہے جو آپ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دعوت انفرادی طور پر دی گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر بہت اہم ہے[10]۔

2۔ **اجتماعی دعوت**: یعنی اجتماعی طور پر کئی افراد یا کسی قوم کو خطاب کرنا یا وعظ سنانا۔ یہ ذمہ داری عموماً علماء ہی ادا کرتے ہیں۔ عوام کو اس سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ اس میں گمراہی کا بڑا خطرہ ہے۔ اس قسم کی دعوت میں فضائل زیادہ بیان کئے جاتے ہیں اور مسائل سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ کبھی وعیدیں بھی سنائی جاتی ہیں تاکہ دل میں برائی کی نفرت پیدا ہو۔ آپ ﷺ کا مختلف مواقع پر خطاب فرمانا اور لوگوں کو وعظ فرمانا اس اصول کا ماخذ ہے۔

3۔ **عمومی دعوت**: اس سے مراد عام لوگوں کو دین کے بنیادی احکام کی طرف بلانا ہے۔ اس قسم کی دعوت میں عام لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے سے ایمان اور معروف اعمال کے متعلق ترغیب دینا اور تیار کرنا شامل ہے۔ اس کی مثالیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت میں بہت زیادہ ہیں۔

4۔ خصوصی دعوت: اس سے مراد خواص اور لوگوں کے پیشواؤں سے ملنا اور ان کو دین کی محنت کی طرف راغب کرنا ہے[11]۔ جب کوئی پیشوا یا لیڈر کسی کی حمایت کر دے تو دوسرے لوگوں کو اس طرف جانا آسان ہوتا ہے اور اس کا شوق بھی بڑھ جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کا خاص طور پر ایسے لوگوں کو دین کی طرف دعوت دینا اور ان کی فکر کرنا سیرت کی کتابوں میں منقول ہے۔ من جملہ ان کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرداران قریش کیلئے فکر مند ہونا، حضرت عدی رضی اللہ عنہ اور ایسے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا بھی منقول ہے[12]۔

دعوت کی اہمیت کو قرآن میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کو داعی قرار دے رہے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵﴾[13]

اور اللہ لوگوں کو سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔

دعوت کی اہمیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی قوم کے سرداروں کو یہ ارشاد فرمانا بھی شامل ہے کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج لا کر رکھ دو تب بھی اس پیغام کو نہیں چھوڑوں گا[14]۔ اور ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی کو یہ فرمانا کہ اگر اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی تیرے ذریعے ہدایت عطا فرمائیں تو یہ سرخ اونٹوں سے زیادہ قیمتی ہے۔[15]

سیرت صحابہ رضی اللہ عنہ کی روشنی میں امت مسلمہ کی ذمہ داری کو الگ الگ دائرہ کار عطا کیا گیا اور ہر دائرہ کار میں متعین ذمہ داری بھی لگائی گئی۔ کسی جگہ دعوت فرض عین ہے اور کسی جگہ فرض کفایہ اور کہیں اجتماعی ذمہ داری ہے اور کہیں انفرادی۔ ایک فرد کی اپنی ذات پر اور قریب والوں پر ذمہ داری ہے جبکہ ایک سربراہ کی اپنے ماتحتوں پر ایسے ہی بطور گروہ اور معاشرہ کی بھی حدود کے ساتھ ذمہ داری لگائی گئی ہے۔

داعی کی صفات قرآن وسنت اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہ کی روشنی میں:

قرآن وسنت میں دعوت سے متعلق آداب و صفات کو بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ جس طرح دعوت کو بیان کیا گیا ہے اس طرح اور کسی موضوع کو بھی نہیں بیان کیا گیا۔ ان میں چند ایک اہم صفات کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ داعی کی صحیح راہنمائی ہو سکے۔

اخلاص واستخلاص:

تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے یہ مقصد دہراتے ہیں کہ میرا کام فقط اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے، تم سے کچھ لینا نہیں۔ حتی کہ میں تم سے نہ کوئی اجرت لونگا اور نا ہی کھانا طلب کرونگا۔ بس تم اللہ کا پیغام سنو اور مانو یہی میری خوشی اور سعادت ہے۔ میں اپنے اجر کا اللہ سے امیدوار ہوں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۷۲﴾[16]

پھر بھی اگر تم اعراض ہی کئے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تعریف فرمائی کہ وہ جب دوسروں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرکے کھانا کھلاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ ہی کیلئے کھلایا ہے، نہ تم سے بدلہ طلب کرتے ہیں اور نہ ہی شکریہ کے طلب گار ہیں۔

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾[17]

(اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔

ایسے ہی جب رستم کے دربار میں حضرت سعدؓ کا وفد اسلام کا پیغام لیکر گیا تو اس کے پوچھنے پر کہا: ہم کچھ لینے نہیں آئے ہم تو بس اللہ کا پیغام پہنچانے آئے ہیں، اگر مانوگے تو تمہارا ہی فائدہ ہے اور اگر نہیں مانوگے تو اپنا ہی نقصان اٹھاؤگے۔ اللہ نے ہمیں اس لیے مبعوث کیا ہے کہ ہم اللہ کے بندوں میں سے جن کو اللہ چاہے؛ بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی کی طرف لائیں اور دنیا کی تنگیوں سے نکال کر اس کی وسعتوں میں لے جائیں اور دنیا کے مختلف مذاہب کے ظلم وجور سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف لائیں۔[18]

صحابہ کرامؓ لوگوں کے مال و متاع سے بالکل بے نیاز ہو کر ان کو اللہ کی طرف بلانے میں مصروف تھے۔ دنیا سے اتنا ہی لیتے جتنا ضرورت کے لئے کافی ہو۔ آئندہ کی فکر سے اپنے آپ کو فارغ رکھتے تھے۔ یعنی دنیا کو اتنا ہی وقت دیا جاتا جو ضروریات کو کافی ہوتا، البتہ بقیہ سارا وقت دین سیکھنے اور پھیلانے میں صرف کیا جاتا۔ کہ ان حضرات نے اپنی زندگی کا مقصد ہی دین کو بنایا ہوا تھا۔

اتباع سنت:

صحابہ کرامؓ سنت کو زندہ کرنے کیلئے جان دینے پر تیار رہتے تھے۔ وہ تو موقع کی تلاش میں ہوتے کہ کون سا حکم آئے کہ اس کو پورا کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جائیں۔ سنت کی عظمت کو اگر دیکھنا ہو تو صحابہؓ کی زندگی بہت اہم نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری میں صحابہ کرامؓ کی مثال دنیا میں کہیں بھی نہیں ملتی۔ جب آپ ﷺ اپنے جانثاروں کو کوئی حکم دیتے تو وہ بغیر کسی پس و پیش کے پورا کرنے چل دیتے۔

ایک حدیث پاک میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پہلے اللہ نے جس نبی کو بھی اسکی امت میں بھیجا تو اس امت میں اسکے خاص حواری اور صحابی ضرور موجود ہوتے تھے جو اسکی ہر سنت کو مضبوطی سے پکڑتے اور اسکی پیروی کرتے اور اسکے دین کو اسکے بعد محفوظ کرتے لیکن بعد میں ایسے نالائق لوگ پیدا ہو جاتے جو ان کاموں کا دعوی کرتے جو انہوں نے کئے نہیں ہوتے تھے اور جن کاموں کا حکم نہیں دیا گیا ہوتا تھا وہ کرتے تھے (میرے بعد میری امت میں بھی ایسے لوگ ضرور ہوں گے) جو انکے خلاف اپنے ہاتھ سے کام لیکر جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اسکے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔[19]

علم کی طلب اور احساس ذمہ داری:

داعی کے اندر طلب ہونے سے مراد دین سیکھنے اور حاصل کرنے کا سچا جذبہ ہو۔ چنانچہ طالب صادق کبھی محروم نہیں ہوتا اور بے طلب کو کبھی ہدایت نہیں ملتی۔ یہ اللہ تعالی کا پختہ ضابطہ ہے:

﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[20]

اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا؟ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچے ہیں، اور ان کے پاس (اس کے) روشن دلائل بھی آچکے تھے۔ اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا

کرتا۔

علم کی اہمیت سے انکار زندگی کے کسی بھی شعبے سے ممکن نہیں، بالخصوص دین کے کاموں میں علم کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ علم کی بنیاد عقل انسانی پر نہیں بلکہ وحی الٰہی پر ہے، لہٰذا دین کے مفہوم کو علم کی روشنی میں سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ علم بھی وہی معتبر ہوگا جو قرآن وسنت سے ثابت شدہ ہو، ورنہ عین ممکن ہے کہ علم نہ ہونے کی وجہ سے داعی کسی منکر کا حکم دے بیٹھے اور معروف سے منع کرنے لگے۔ گویا داعی کیلئے علم کی اہمیت جسم میں خون کی مانند ہے کہ اسکے بغیر وہ مردہ تصور ہوتا ہے اور اس کے کم ہونے کی صورت میں بھی وہ کام کے لائق نہیں ہوتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ علم کی پونجی موجود بھی ہو اور وہ کافی شافی بھی ہو۔

علم کی اہمیت وفضیلت کو قرآن وحدیث جاننے والوں کی نظر میں کوئی غیر معروف شئ نہیں، بلکہ جا بجا اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝﴾[21]

کہو کہ: کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے سب برابر ہیں؟ (مگر) نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

صحابہؓ کی سیرت میں علم حاصل کرنے کے لئے جو مصائب ومشکلات برداشت کرنے کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں ان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات صحابہؓ اس کو کتنا ضروری تصور کرتے تھے۔ ذیل میں نمونہ کے طور پر ایک واقعہ ذکر تے ہیں:

حضرت عبداللہ بن بریدہؒ کہتے ہیں کہ ایک صحابی نے صرف ایک حدیث سننے کے لئے حضرت فضالہ بن عبید کے پاس مصر کا سفر کیا۔ اسی طرح کے ایک اور واقعے میں حضرت عبیداللہ بن عدی فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا کہ حضرت علی کے پاس ایک حدیث ہے تو مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ کہیں اگر حضرت علی کا انتقال ہوگیا تو پھر شاید مجھے یہ حدیث کسی اور کے پاس نہ مل سکے، اس وجہ سے میں سفر کرکے ان کے پاس عراق پہنچا۔[22]

مذکورہ بالا واقعات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان حضرات کے ہاں علم دین اور اوامر ونواہی کی پہچان کے لئے اگر مہینوں سفر کرنا پڑتا تو یہ بات انکو گراں نہ ہوتی تھی اور اس مقصد کیلئے وہ ہر وقت دل وجان سے حاضر رہتے تھے۔

مسلسل جہد ومشقت اور استقامت:

دعوت کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہے۔ یہ پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کا راستہ ہے۔ ہمت وحوصلہ نہ ہو، مصائب کا سامنا کرنے کی طاقت نہ ہو تو کسی اور میدان میں ہاتھ آزمائے۔ دعوت کا کام بزدلوں کے بس کا نہیں۔

﴿يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝﴾[23]

بیٹا! نماز قائم کرو، اور لوگوں کو نیکی کی تلقین کرو، اور برائی سے روکو، اور تمہیں جو تکلیف پیش آئے، اس پر صبر کرو۔ بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

حضرت نوح نے نو سو پچاس سال تک اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے اور قوم ان کو تکلیفیں پہنچاتی رہی، مگر حضرت نوحؑ کی ہمت پست نہیں ہوئی۔ اگر لوگ دعوت قبول نہ کریں تو داعی کو چاہیے کہ دل برداشتہ نہ ہو، بلکہ اپنے مشن میں لگا رہے۔

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۝﴾

(پھر) نوح نے (اللہ تعالی سے) کہا کہ: میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن (حق کی) دعوت دی ہے۔

﴿فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا﴾

لیکن میری دعوت کا اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں ہوا کہ وہ اور زیادہ بھاگنے لگے۔

﴿وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾

اور میں نے جب بھی انہیں دعوت دی، تاکہ آپ ان کی مغفرت فرمائیں تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں، اپنے کپڑے اپنے اوپر لپیٹ لیے، اپنی بات پر اڑ رہے، اور تکبر ہی تکبر کا مظاہرہ کرتے رہے۔

﴿ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا﴾

پھر میں نے انہیں پکار پکار کر دعوت دی:

﴿ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا﴾[24]

پھر میں نے ان سے علانیہ بھی بات کی، اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔

سب کی فکر ہو یعنی عمومیت ہو اور حسن اخلاق

آپ ﷺ کو اللہ تعالی نے تمام عالم کے انسانوں کیلئے خوشخبری سنانے والے اور ہدایت کا ذریعہ بنا کے بھیجا تھا۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[25]

اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہیں سارے ہی انسانوں کے لیے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے اور خبردار بھی کرے، لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رہے ہیں۔

اور امت کیلئے بھی یہ ہدایت ہے کہ سارے انسانوں کی بھلائی سوچے اور اسکی نیت اور محنت بھی کرے۔ اسکے ساتھ دعوت کا کام کرتے ہوئے داعی کا لب ولہجہ ترش اور تلخ نہ ہو بلکہ شیریں اور نرم ہو۔

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾[26]

جا کر دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے، یا (اللہ سے) ڈر جائے۔

قرآن پاک میں آپ ﷺ کو فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾[27]

(اے پیغمبر) اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔ لہٰذا ان کو معاف کر دو، ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو، اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ لیتے رہو۔ پھر جب تم رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ یقیناً توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ایسے ہی آپس کے معاملات میں بھی ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ حفظ مراتب کا خیال رکھنا سیرت میں بڑی اہمیت سے بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس کا لحاظ نہ کیا جائے تو دعوت کا کام مؤثر طور پر انجام نہیں پاتا۔ جب بھی آپ ﷺ کی مجلس میں کوئی سردار یا قوم کا بڑا آیا تو اس کا احترام کیا گیا۔ سیرت میں متعدد واقعات بیان کئے گئے ہیں کہ جب کبھی کسی قوم کا سردار آیا تو ان کا خاص احترام کیا گیا۔ اور ان کے مرتبے کو تسلیم کیا گیا۔

موجودہ دور کی عملی تطبیق:

موجودہ زمانے میں دعوت کا طریقہ کار پہلے زمانے سے بہت مختلف ہے۔ زیادہ تر دعوتی کام تنظیموں کے تحت انجام پاتے ہیں، جس کی وجہ سے اصل ہدایات نظر سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات ہر طرح کی عصبیت سے ماورا ہو کر کام کرتے تھے۔ اس لئے آج بھی اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ دعوت دین کے لئے ہر قسم کی فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر صرف اللہ کی رضا کے لئے دعوت دی جائے اور دینی تعصب سے بچا جائے۔

موجودہ دور میں دعوتی سرگرمیوں میں سب سے بڑی خرابی اور کمزوری ان (صحابہ رضی اللہ عنہ والی) صفات کی کمی ہے۔ دل پر اثر تو صفات والی دعوت سے ہوتا ہے نہ کہ فقط زبانی تقریروں سے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی زندگی کو دیکھا جائے تو وہ تقریروں کے بجائے عمل کا پیکر تھے، ان کا عمل انکے قول کی دلیل ہوتا تھا۔ اور ان کے مقابلے میں اس زمانے کے داعی اور مبلغ تقریروں پر زیادہ اور صفات پر کم توجہ دیتے ہیں۔ داعی کو صفات حاصل کرنے کی اشد کوشش کرنی چاہئے۔

ایک وجہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے بُعد ہے اور دوسری طرف ہمارا ان صفات کی طرف توجہ نہ دینا بھی ہے۔ آج کل دنیاوی اسباب کے لحاظ سے ایک پیغام رساں کیلئے تمام سہولیات تو موجود ہیں مگر صفات کی کمی کے باعث اس دعوت کا اثر مخاطب پر بہت معمولی سا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ان صفات میں اعلیٰ معیار پر تھے لہٰذا ان کی بات دل پر اثر انداز ہوتی تھی۔

اخلاص:

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو آج کل بجائے اخلاص کے دنیاوی شرافت وعزت کو زیادہ اہمیت دی جانے لگی ہے۔ اسی وجہ سے اخلاص کی دولت سے محروم اور نام و نمود کی خاطر مختلف طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ داعی کے سامنے اگرچہ دنیا کی بڑی سے بڑی دولت ہی کیوں نہ پیش کی جائے اس کو تو صرف اپنا فرض ادا کرنے کی فکر ہو نہ کہ دنیا کی دولت کا لالچ۔ دنیاوی مناصب اور بڑی تنخواہوں کو مد نظر نہیں رکھنا چاہئے، بلکہ موقع محل کو دیکھنا چاہئے جس سے فائدہ زیادہ ہو اور جس سے اللہ راضی ہو جائے۔

اتباع سنت:

موجودہ دور میں بدعات کا زور ہے اور سنت کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی۔ عمومی طور پر معاشرے سے متاثر ہو کر سنت کے خلاف رسم و رواج کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ یہ امر انتہائی افسوس ناک ہے کہ دعوت میں مصروف لوگوں کو بھی اس کا احساس نہیں اور جب کوئی موقع آ جائے تو سب ایک جیسے ہو جاتے ہیں۔

علماء کی سرپرستی:

علماء کرام کی سرپرستی کے بغیر ایک لمحہ بھی یہ کام آگے نہیں چل سکتا۔ ہدایت کی محنت میں صحیح راہنمائی حاصل کرنے کیلئے علماء کی زیر نگرانی کام کیا جائے تاکہ اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کا ازالہ کیا جا سکے اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی سیرت سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔ آج کل دعوت میں مصروف حضرات کی اس طرف توجہ بہت کم ہے کہ علماء حضرات کو اپنا پیشوا بنایا جائے اور ان کی سرپرستی میں کام کیا جائے۔

الحمد للہ کافی حد تک علماء اس کام کی طرف متوجہ ہیں اور مختلف دینی تحریکوں کی سرپرستی بھی فرما رہے ہیں۔ البتہ ابھی بھی ضرورت ہے کہ مزید علماء اس طرف توجہ فرمائیں۔

ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے مدارس کے قیام پر اکتفاء کرلیا ہے اور دین کی دعوت سے اپنے کو بے نیاز کر دیا ہے۔ حالانکہ فضائے زمانہ کا تقاضہ ہے کہ ہر شخص سیکھ کر اس کام میں لگ جائے اور اپنے دائرہ اختیار میں جو کوئی برائی دیکھے اس کو حکمت بصیرت سے منع کرے اور نیکی کا حکم بھی کرے۔

اخلاق حسنہ:

داعی کو اچھے اخلاق اپنانا انتہائی ضروری ہوتا ہے ورنہ بجائے لوگوں کے دین کے قریب آنے کے دین سے دوری کا سبب بن جاتا ہے۔ موجودہ دور میں داعی حضرات کے اخلاق بھی اس کام سے دوری کا سبب ہیں۔ عمومی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ معاملات میں بڑی گڑبڑ ہوتی ہے۔ جب کسی کا حق دینے کی باری آتی ہے تو ٹال مٹول سے کام لیا جاتا ہے، جبکہ حق وصول کرنے میں کوئی رعایت نہیں دی جاتی۔ داعی کے اخلاق دوسروں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں اور اس پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس سے تغافل برتنا بڑے خسارے کا سبب ہے۔

جدید ذرائع کا استعمال:

اللہ نے عقل انسانی کو ایسے نئے آلات ووسائل ایجاد کرنے کی رہنمائی فرمائی جن کا کچھ سالوں پہلے تک تصور بھی ممکن نہ تھا۔ یوں تو اس انقلابی ترقی کے دور میں ہر میدان میں اور ہر قسم اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے آلات ظہور پذیر ہوئے، لیکن ہماری گفتگو کا محور وہ جدید ترین ایجادات ہیں جن کا تعلق ذرائع ابلاغ، مواصلاتی نظام، آپسی روابط اور پیغام رسانی کے عمل اور اس کے تبادلے سے ہی، جیسے انٹرنیٹ، سی ڈیز، ڈی وی ڈیز اور سٹیلائٹ ٹی وی چینلز۔ فی الوقت یہی وسائل زیر بحث ہیں کیونکہ دعوتی نقطہ نظر سے انہی کی اہمیت زیادہ ہے، اور یہ کہ بقیہ متعلقہ وسائل جیسے کمپیوٹر، ٹی وی، وی سی آر، آڈیو کیسٹ، فیکس مشین، فوٹو کاپی وغیرہ، خاصے عرصے سے استعمال میں لائے جاچکے ہیں۔ چونکہ انٹرنیٹ، فضائی ٹی وی چینلز، سی ڈیز، ڈی وی ڈیز کا استعمال اس دور میں بڑے پیمانہ پر عام ہو رہا ہے، اور ساری دنیا میں پھیل رہا ہے؛ اسی لئے عصر حاضر کو الکٹرانک میڈیا اور انفار مشین ٹیکنالوجی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ الکٹرانک میڈیا کے ذریعہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اپنا پیغام چاہے وہ جس مقصد کے لئے ہو، پہنچایا جارہا ہے۔

جہاں تک دعوتی مقصد کے لئے ان دونوں وسائل یعنی انٹرنٹ اور ٹی وی چینلز کے استعمال کا تعلق ہے تو اس میں شک نہیں کہ دونوں ہی نہایت کارگر اور مفید ہیں۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کے ناطے اس بات کا مکلّف بنایا گیا ہے کہ دین کی دعوت ساری دنیا کے لوگوں تک پہنچائیں، بلکہ ہمیں "خیر امت" یعنی بہترین امت کا خطاب اسی بنیاد پر دیا گیا ہے کہ اللہ پر ایمان کے بعد امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو بہتر طور پر انجام دیں، گو کہ ان کے مفاسد کا انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن یہ مفاسد کہاں نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ تبلیغ والے جب مسجد سے گشت کے لیے نکلتے ہیں تو ان مفاسد سے بچنے کے لیے ہدایات جاری کرتے ہیں کہ بد نظری نہیں کرنی، دعوت دیتے وقت اگر کوئی الجھے تو اس سے بحث مباحثہ نہیں کرنا، صرف ایک بھائی نے گفتگو کرنی ہے وغیرہ وغیرہ۔ مفاسد تو عملی کام میں بھی ہیں لہٰذا اصل چیز تربیت ہے۔ لوگوں کی تربیت کریں کہ وہ ان ذرائع کے استعمال میں ان کے نقصانات سے بچ سکیں۔ اگر ہم تبلیغ دین کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے انٹرنیٹ اور فضائی ٹی وی چینلز کا استعمال کماحقہ کرسکتے ہیں، تو بآسانی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں اور ایک ہی وقت میں دنیا کے مختلف حصوں میں کروڑوں لوگوں کو مخاطب کر سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ ہم لوگ (مسلمان) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو لوگوں کو پکا مسلمان بنا کر چھوڑیں گے، ہاں! اس بات کے مکلّف ضرور ہیں کہ تبلیغ دین کے لیے جتنے جائز ذرائع اور وسائل ہمارے بس میں ہیں، ان کو اختیار کرکے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں۔ اسلام نے جہاں ہمیں تبلیغ کا حکم دیا ہے، وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں۔ ہم ان آداب اور طریقوں کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلّف ہیں، اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو یہ عین مراد ہے، لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کرکے لوگوں کو دین کی دعوت دیں اور تبلیغ کے آداب کو پسِ پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو، لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کریں۔ اگر جائز وسائل کے ذریعے اور آدابِ تبلیغ کے ساتھ ہم ایک شخص کو دین کا پابند بنا دیں گے تو ہماری تبلیغ کامیاب ہے اور اگر ناجائز ذرائع اختیار کرکے ہم سو آدمیوں کو بھی اپنا ہم نوا بنالیں تو اس کامیابی کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں، کیونکہ دین کے احکام کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ دین کی نہیں کسی اور چیز کی تبلیغ ہو گی[28]۔

بعض لوگ ان وسائل کے سلسلے میں بے بنیاد شک و شبہات کے شکار ہیں اور انہیں استعماری طاقتوں کا حربہ، فسق و فجور کا آلہ اور گمراہ کن افکار و نظریات کا ذریعہ سمجھ کر یکسر رد کر دیتے ہیں، جب کہ ان کا یہ موقف صحیح نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ وسائل خود اپنی جگہ پر خیر محض یا شر محض نہیں ہوتے، ان کے باعث خیر یا شر ہونے کا فیصلہ، جائز یا ناجائز کاموں میں اس کے استعمال سے ہو گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ معاشرہ کو ان وسائل سے پاک نہیں کیا جاسکتا، اور اگر ہم انہیں خیر کے لئے نہیں اپناتے ہیں تو یہ محض دشمنانِ دین واخلاق کے لئے باطل و مذموم مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنے رہیں گی۔ تیسری بات یہ ہے کہ وسائل کے باب میں اصل، ان کا مباح ہونا ہی، اور اگر کسی شرعی غرض و غایت کے لئے ان کی افادیت ظاہر ہو جائے تو ان کا اختیار کرنا واجب ہے بشرطیکہ کوئی چیز ان کو مباح قرار دئے جانے میں حائل نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی دعوت کی تبلیغ کے لئے زبان و بیان کے وہ سارے ذرائع استعمال کئے یا اجازت دی جو جاہلی معاشرہ میں رائج تھی، چاہے وہ خطابت ہو یا شعر، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے میلوں اور بازاروں میں بھی تشریف لے گئے اور دین کی دعوت پیش کی۔ اس بنا پر یہ پورے اطمینان و وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کے حکم کو بلند کرنے اور دین کو عام کرنے کے لئے انٹرنیٹ اور سٹیلائٹ ٹی وی کو کام میں لانا عصری تقاضوں کے عین مطابق اور وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ حق کی آواز ان بندوں تک بھی پہنچنا ممکن ہو جائے جنہوں نے اس کے بارے میں کبھی سنا نہ ہو، اور الحمد للہ دین کی محبین و مخلصین اور داعیان توحید، دونوں میدانوں میں نمایاں طریقہ پر کام کر رہے ہیں، لیکن ضرورت زیادہ شدید اور بڑی ہے اور اس کے مقابلے میں کام مختصر اور وسائل محدود۔

دعوت کا کام کیسے کیا جائے؟

آیئے ایک سرسری جائزہ اس کا بھی لیتے ہیں کہ ہم دونوں وسائل کو کس طرح دعوت دین کے لئے استعمال کر سکتے ہیں اور اس میدان میں کیا پیش رفت ہو رہی ہے۔

انٹرنیٹ کی کئی خدمات لوگوں کے لئے بالکل مفت ہیں، جیسے ای میل، چیٹینگ اور ویڈیو کالنگ۔ ان کے ذریعے انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کی دعوت کا کام کیا جاسکتا ہے۔ چیٹینگ کرکے براہ راست لوگوں سے تعارف حاصل کیا جاسکتا ہے اور

مناسب موقعہ پر ان کو دینی نصیحت کی جاسکتی ہے، دینی کتابوں اور اسلامی مواد کا شوق دلایا جاسکتا ہے،برادران وطن کو اسلام کی دعوت دی جاسکتی ہے ، اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جاسکتا ہی۔ای میل کے ذریعے بآسانی خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھا جاسکتا ہے اور رابطوں کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا جاسکتا ہی، سیکنڈوں میں مطلوبہ مواد منتقل کئے جاسکتے ہیں اور ان کا آپس میں تبادلہ ہوسکتا ہے۔

دینی دعوت کے لئے انٹرنیٹ کا بہترین استعمال یہ بھی ہے کہ اچھے اور معیاری اسلامی سائٹس کا قیام عمل میں لایا جائے۔ گرچہ ایک معتدبہ تعداد اس طرح کی سائٹس کی پہلے سے موجود ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ بڑے پیمانے پر علم شرعی میں مہارت رکھنے والے لوگ اس طرف متوجہ ہوں، اور بہم پہنچائی جانے والی معلومات مدلل اور واضح ہوں۔ ان سائٹس پر مختلف زبانوں میں ،ورنہ کم از کم چند مشہور زبانوں میں مواد فراہم ہو، چھوٹی چھوٹی جامع دعوتی الکٹرانک کتابوں کا ذخیرہ ہو ، عقائد صحیحہ کو سب سے زیادہ اجاگر کیا گیا ہو؛ تاکہ اولا کتاب وسنت پر مشتمل عقائد کا علم حاصل ہوسکے اور پھر ان گم راہ کن عقائد سے بچنے اور ان کو باطل سمجھنے کا شعور بیدار ہوسکے جو محض فریب میں مبتلا کرنے کے لئے ایک بڑی تعداد میں اسلام یا اسلامی دعوت کے نام پر قائم کی جانے والی سائٹس کے ذریعے نشر کئے جاتے ہیں۔ دعوتی مقاصد کے لئے مخصوص سائٹس پر اگر ایسی تقاریر ودروس بھی پیش کئے جائیں جن کو سننے اور محفوظ کرنے کی بھی سہولت موجود ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ بلکہ اب تو ایسی سائٹس کا قیام بھی عمل میں آچکا ہے جن کے ذریعے ریڈیو اور ٹی وی کی طرح براہ راست تقاریر ودروس نشر ہوتے ہیں۔

بچوں اور نوجوانوں کی نفسیات کو ذہن میں رکھتے ہوئے یا تو مستقل سائٹس ورنہ کم از کم لنکس ایسی ہوں جن میں ایمان واخلاق اور عبادات سے متعلق خوش الحانی کے ساتھ پیش کئے گئے ترانے ہوں ، سیرت وتاریخ سے مستند اور صحیح معلومات پر مبنی انبیاء اور رسولوں کے قصے ہوں، صحابہ کرامؓ اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے واقعات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا بیان ہو؛تاکہ ان کے اندر شوق عمل بیدار ہو۔ بالخصوص ان دنوں ایسی سائٹس کی تو نہایت اہم ضرورت ہے جن میں دین اسلام کے محاسن بیان کئے گئے ہوں۔اس کے دین رحمت ہونے کی خصوصیت کو ابھارا گیا ہو، انسانی حقوق اور عورتوں کے سلسلے میں اس کی واضح تعلیمات کو اچھے انداز واسلوب میں سمجھایا گیا ہو،اسلام کے اعتدال پسندی، میانہ روی اور صلح وآشتی کے مزاج کو خوش اسلوبی کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہو، تشدد اور دہشت گردی سے اس کی فطری دوری کو آشکارا کیا گیا ہو ،نئے مسلمانوں کے اسلام میں داخل ہونے کے اسباب بتائے گئے ہوں؛تاکہ ان لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوسکیں جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط پروپگنڈوں اور بیانات کا شکار ہوئے ہیں یا ہورہے ہیں۔

جدید استعمال:

اب روایتی آڈیو اور ویڈیو کیسٹ کی جگہ سی ڈی ، ڈی وی ڈی ، پین ڈرائیو اور آئی پوٹ نے لے لی ہے ، اور دعوتی کاموں کے لئے ان کا استعمال زیادہ بہتر طور پر اس لئے ہوسکتا ہے کہ آپ بآسانی گھر بیٹھے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ سی ڈی یا ڈی وی ڈی کی کاپیاں تیار کرکے لوگوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

موبائل فون کی ایجاد نے اس زمانے میں جو آپسی رابطے کی آسانی مہیا کردی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ، اور دین کی سب سے ادنی خدمت اس کے ذریعے یہ ہوسکتی ہے کہ اس کی مختصر پیغام نویسی (SMS) کی سہولت کو دینی اور اخلاقی باتیں لوگوں تک پہونچانے کے لئے استعمال کیا جائی۔ رہی ڈش ٹی وی یا سٹیلائٹ ڈیجیٹل چینلز کی بات ،تو اس میں شک نہیں کہ آج کل ان کا

استعمال شر وفساد اور فحاشی وبدکاری کو پھیلانے میں زیادہ وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے، لیکن یہ بھی اپنی جگہ پر کھلی حقیقت ہے کہ وہ اہل خیر چاہے وہ حکومتیں ہوں یا افراد، جو اس ذریعے اسلام کی خدمت انجام دے سکتے ہیں وہ کوتاہیوں کے شکار ہیں۔ اگر وہ بھی اہل شر کی طرح سرگرم عمل ہوتے تو صورت حال یکسر مختلف ہوتی، اور وہ نوجوان بچے اور عوام الناس جو ٹی وی پروگراموں کے ذریعہ بے راہ روی کے شکار ہیں، ان کی یقینا ایک بڑی تعداد ان پروگراموں کا بہتر بدل پاکر راہ حق کی طرف لوٹ آتی۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ اگر اسے بھلی چیزوں کے ذریعہ اپنے فارغ اوقات گزارنے کا موقعہ نہ ملے تو مضر اور غیر صالح اسباب کو اپنا لیتی ہے۔

خاتمہ:

اس خاتمہ میں عملی تطبیق کا صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت سے موازنہ کیا جائے گا اور پھر نتائج اخذ کئے جائیں گے۔

موازنہ:

آج سے 1450 سال پہلے کی دنیا پر اگر نظر ڈالی جائے تو پتا چلتا ہے کہ تاریکیوں میں پڑی انسانیت آپ ﷺ کی محنت سے محض 23 سال کے قلیل عرصہ میں انتہائی معراج پر پہنچ جاتی ہے۔ اور انکے متبعین صدیوں تک اقوام عالم پر حکمرانی کرتے ہیں اور دنیا کو علوم وفنون، تہذیب وثقافت اور عدل وانصاف سے روشناس کراتے ہیں۔ پھر 1200 سال عروج کے بعد یہی قوم مغلوب ومقہور بن جاتی ہے اور ذلت وخواری میں مبتلا ہو کر آپس میں محبت والفت سے خالی اور اعمال کی خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اگر ان اسباب پر غور کیا جائے تو وہ درجہ ذیل ہیں:

اس کا سب سے اہم سبب یہ ہے کہ دعوت کو علماء کے ساتھ خاص سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ سیرت کی روشنی میں اگر کوئی ایک بھی درست بات جانتا ہے تو اس کو آگے پھیلانا اسکی ذمہ داری ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ ہر شخص صرف اپنی ذات کی فکر میں مصرف ہے، حالانکہ اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی فکر کرنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ ماحول کے اثرات سے بچنا ناممکن ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے کا ماحول بھی نیک اعمال و صحیح یقین کی طرف داعی تھا۔

امت مسلمہ کے زوال کا بڑا سبب مایوسی کا پھیل جانا ہے۔ عوام اصلاح سے مایوس ہو کر ہر طرح کی تحریکوں سے یک طرف ہو بیٹھے اور اپنی کوتاہ عملی کی وجہ سے دوسروں کو دعوت دینا بھی ترک کر دیا ہے۔ اور صرف مدارس و مساجد کو کافی سمجھ لیا ہے۔ جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کرام تمام مشکلات کو برداشت کرکے بھی اس کام سے الگ نہیں ہوئے۔

نتائج:

گذشتہ صفحات میں بیان کردہ موازنہ کی روشنی میں درجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

اس زمانے کے لحاظ سے دعوت کی اہمیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق کار کو واضح طور پر بیان کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں داعی کیلئے اخلاص بنیادی صفت ہے جس کا اہتمام انتہائی ضروری ہے۔ پھر اس کے ساتھ سنت کا اتباع اس دعوت کے اثر انداز ہونے میں بہت معاون ہے، للذا اس کی طرف خاص توجہ دلائی جائے۔

اس راستے میں مشقت برداشت کرنا بذات خود مقصود ہے، اس لیئے اس سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ جب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات اور انبیاء کے قصے پڑھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر مشقت اور مشکلات جھیلتے تھے۔ قرآن وحدیث میں

بیان کردہ فضائل کو اہتمام کے ساتھ سننا اور بیان کرنا بہت زیادہ مفید ہے۔

اور اسکے علاوہ آپس میں ایک دوسرے کا خیال رکھنا اور دوسروں کے حقوق سے بڑھ کے دینا اسلام کی تعلیمات میں ہے جس کا آج کل فقدان ہے۔اس پر خاص توجہ دی جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1 آل عمران، آیت نمبر: ۱۹

Aāl 'mrān, Verse:19

2 المائدہ، آیت نمبر: ۳

Al-Mā,dah, Verse:03

3 آل عمران، آیت نمبر: ۸۵

Aāl 'mrān, Verse: 85

4 النساء، آیت نمبر: ۱۴۷

Al-Nisā,, Verse:147

5 آل عمران، آیت نمبر: ۱۱۰

Aāl 'mrān, Verse: 110

6 ابن کثیر، إبو الفداء إسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر)، دار الکتب العلمیہ-بیروت ،طبع اول - ۱۴۱۹ھ، ج: ۲، ص: ۸۰

Ibn-e- Kathīr, Abū al-Fidā, Ismā'īl bin 'umar, Tafsīr al-Qurān al-'ẓīm, (Dār al-Kutub Al-'lmiyyah, Berūit: Edition 1st , 1419ah), Vol:02,P:80

7 یوسف، آیت نمبر: ۱۰۸

Yoūsaf, Verse:108

8 النحل، آیت نمبر: ۱۲۵

Al-Naḥal, Verse:125

9 نعمانی، مولانا منظور احمد، مقدمہ کتاب حیاۃ الصحابہ،اردو ترجمہ مولانا احسان الحق، طبع اول ۱۹۹۲ء، مکتبہ الحسن لاہور، ص: ۱۹

Nu'mānī, Mawlānā Manẓūr Aḥmad, Muqaddamah Kitāb Ḥyāt al-Ṣaḥābah, (Maktabah al-Ḥasan, Lāhore: Edition 1st , 1992ac),P:19

10 کاندہلوی، مولانا محمد یوسف، حیاۃ الصحابہ،اردو ترجمہ مولانا احسان الحق، طبع اول ۱۹۹۲ء، مکتبہ الحسن لاہور، ج: ۱، ص: ۵۸

Kāndehlwī, Mowlānā Muḥammad Yoūsaf, Ḥayāt Al-Ṣaḥābah, (Maktabah al-Ḥasan, Lāhore: Edition 1st, 1992ac),Vol:01,P:58

11 کاندہلوی، مولانا محمد یوسف، حیات الصحابہ،اردو ترجمہ مولانا احسان الحق، ج: ۱، ص: ۸۴، ۱۷۶

Kāndehlwī, Mowlānā Muḥammad Yoūsaf, Ḥayāt Al-Ṣaḥābah,Vol:01,PP:84-176

12 گیلانی، ابراہیم طاہر، مدنی، عبداللہ ناصر، عثمان یوسف، سیرت انسائیکلو پیڈیا، دار السلام، ج:۹، ص: ۴۱۹ تا ۴۲۳

G-īlānī, Ibrāhīm Ṭāhir Madnī, 'bd Allāh Nāṣir, Uthmān Yoūsaf, Sīrat Encyclopedia, (Dār al-Salām), Vol:09,P:419-423

13 یونس، آیت نمبر: ۲۵

Yoūnas, Verse:25

14 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مطبع مصطفیٰ البابی، مصر، طبع دوم، ۱۳۷۵ھ-- ۱۹۵۵م، ج:۱، ص:۲٦٦

Ibn-e-Hishām, Al-Sīrat al-Nabwiyyat, (Maṭba' Muṣṭfā al-Bābī, Egypt: Edition 2nd, 1955ac), Vol:01,P:266

15 البخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، باب غزوۃ خیبر، دار طوق النجاۃ، بیروت، الطبعۃ: الأولی، ۱۴۲۲ھ، حدیث ۴۲۱۰، ج:۵، ص: ۱۳۴

Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Al-Jām' Al-Ṣaḥīḥ,Chapter:Ghazwat Khybar, (Dār Ṭwq al-Najāt, Egypt:1422ah),Ḥadith # 4210, Vol:05,PP:134

16 یونس، آیت نمبر: ۷۲

Yoūnas, Verse: 72

17 دہر، آیت نمبر: ۹

Dahr, Verse: 09

18 طبری، محمد بن جریر، تاریخ الطبری، دار التراث—بیروت، طبع دوم- ۱۳۸۷ھ، ج: ۳، ص: ۵۲۰

Al-Ṭibrī, Muḥammad bin Jarīr bin īazīd, Tarīkh al-Rusul wa al-Mulūk, (Dār Iḥyā, al-turāth al-Islāmī,Berūit:Edition 2nd, 1387ah),Vol:03,PP:520

19 النیسابوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، (بیروت، دار إحیاء التراث العربی) باب بیان کون النھی عن المنکر من الإیمان، حدیث ۵۰، ج:۱، ص:٦۹

Al-Nīsābūrī, Muslim bin al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim,(Dār Iḥyā, al-turāth al-'arbī,Berūit)

20 آل عمران، آیت نمبر: ۸٦

Aāl 'mrān, Verse:86

21 الزمر، آیت نمبر: ۹

Al-Zumar, Verse: 09

22 کاندہلوی، مولانا محمد یوسف، حیات الصحابہ، اردو ترجمہ مولانا احسان الحق، ج: ۳، ص: ۱۱۴

Kāndehlwī, Mowlānā Muḥammad Yoūsaf, Ḥayāt Al-Ṣaḥābah,Vol:03,P:114

23 لقمان، آیت نمبر: ۱۷

Luqmān,Verse:17

24 نوح، آیت نمبر: ۵-۹

Nūḥ, Verse: 5-9

25 سبا، آیت نمبر: ۲۸

Sabā, Verse:28

26 طہ، آیت نمبر: ۴۴

Ṭāhā, Verse: 44

27 آل عمران، آیت نمبر:۱۵۹

Aāl ʻmrān,Verse: 159

28 عثمانی، مفتی محمد تقی، نقوشِ رفتگاں، مکتبہ معارف القرآن کراچی، طبع ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷، ص: ۱۰۵، ۱۰۴

Uthmānī, Muftī Muḥammad Taqī, Nuqūsh Raftg-ān, (Maktabah Ma'ārif Al-Qurān Karāchī: 1428ah), PP:104-105